(۳۱)

سیرت النبیؐ کے جلسوں کے متعلق اہم ہدایات

(فرمودہ ۲۴- نومبر ۱۹۳۳ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

پرسوں انشاء اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کے حالات سے دنیا کو آگاہ کرنے اور اپنے نوجوانوں کو ان کے احسانات سے واقف کرنے کا دن آنے والا ہے۔ اچھی سے اچھی چیز بُرے ہاتھوں میں پڑ کر خراب ہوجاتی ہے۔ اور بُری سے بُری چیز اچھے ہاتھوں میں آکر کچھ نہ کچھ اپنی شکل بدل لیتی ہے۔ بلکہ کئی ایسی چیزیں جنہیں لوگ بُرا سمجھتے ہیں، وہ اچھے ہاتھوں میں آکر نیکیاں اور خیر بن جاتی ہیں۔ اس دن کے متعلق بھی ہمارے دوستوں کو خوب اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام کسی تصنّع اور کسی ایسے ذریعہ کو جو اپنی ذات میں ناجائز و ناپسندیدہ ہو، اچھے کام کیلئے جائز و پسندیدہ نہیں سمجھتا۔ ایسے ہی جذبات کے اظہار کے مواقع ہوتے ہیں جبکہ قوموں کے قدم لڑکھڑا جایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسا پیدا کیا ہے کہ وہ ہروقت ہی جسرِ صراط پر کھڑا ہے۔ ذرا سی لغزش اس کو اور اس کی قوم کو کہیں سے کہیں پہنچادیتی ہے۔ شیعوں کے تعزیوں کو دیکھتے ہو، ان کی کہاں سے کہاں نوبت پہنچ گئی۔ غم کے اظہار کی بعض کیفیات بعض نے ظاہر کی ہوں گی۔ بعد میں آنے والوں نے ان پر مبالغہ کی کوشش کی۔ پھر لوگوں میں سے بعض کمزور ہوتے ہیں۔ انہیں لیڈری کی خواہش ہوتی ہے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ پہلوں سے زیادہ کام کرکے دکھائیں۔ اور جب جائز حدبندی ختم ہوجائے تو چونکہ ناجائز کا ہی دروازہ کھلتا ہے۔ اس لئے ان میں ایسی باتیں پیدا ہوگئیں۔ ابتداء میں محض امامِ حسین کی

شہادت کا ذکر کرکے لوگ ایک دوسرے کے دل میں محبت قائم رکھتے۔ پھر ان میں حال کھیلنے والے آگئے۔ اور جب ان کی وجہ سے لوگوں نے رونا شروع کیا۔ تو واعظوں میں سے کمزور طبقہ نے خیال کیا کہ اس طرح تو بڑی شہرت ہوتی ہے' لوگوں کو خوب رلانا چاہیئے۔ تب انہوں نے باتوں میں مبالغہ شروع کردیا تاکہ جو پہلے نہیں روتے وہ بھی روپڑیں۔ پھر مبالغہ آمیز باتیں سن کر بھی جو لوگ نہیں روتے تھے۔ انہوں نے طعن و تشنیع اور لوگوں کے ڈر سے جھوٹا رونا شروع کردیا۔ حتّٰی کہ ترقی کرتے کرتے واعظوں نے لوگوں کو رلانے اور لوگوں نے رونے کی مشقیں شروع کردیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصل حقیقت جاتی رہی۔ اور کچھ کا کچھ لوگوں مین باقی رہ گیا۔

ہندوستان میں ایک ریاست ہے۔ اس میں کچھ عرصہ پہلے واقعات کربلا ایک نئے رنگ میں دکھائے جاتے تھے۔ باقاعدہ ایکٹ کیا جاتا اور تمام واقعات کو عملی صورت میں دکھایا جاتا۔ چنانچہ ہر سال محرّم کے دنوں میں وہاں کے نواب صاحب اپنے دربانوں اور حاشیہ نشینوں کو ساتھ لے کر گھوڑوں پر سوار ہوجاتے۔ اور سڑک پر کسی ایسے قیدی کو کھڑا کرنے کا حکم دے دیتے' جسے موت کا حکم مل چکا ہوتا اور اس قیدی کو سکھایا جاتا کہ جب نواب صاحب تجھ سے پوچھیں کہ تو کون ہے تو تُو کہنا میں شمر ہوں یا یزید ہوں۔ نواب صاحب اپنے ساتھیوں سمیت گھوڑے دوڑاتے ہوئے آتے اور اس سے پوچھتے تو کون ہے۔ جب وہ کہتا میں شمر ہوں یا یزید ہوں۔ تو اسے ماردیا جاتا۔ گویا سمجھا جاتا کہ اس رنگ میں انہوں نے حضرت امام حسین کا بدلہ لے لیا ہے۔ چالیس پچاس سال کا عرصہ ہوا کوئی قیدی تھا جسے موت کا حکم مل چکا تھا۔ اسے بھی سکھایا گیا کہ جب نواب صاحب تیرے پاس پہنچیں اور پوچھیں کہ تو کون ہے۔ تو تُو کہنا کہ میں شمر ہوں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تجھے چھوڑ دیں گے۔ لیکن اس کے رشتہ داروں کو کسی طرح نواب صاحب کی اس حرکت کا علم تھا۔ انہوں نے اسے کہا کہ لوگوں کے دھوکا میں نہ آنا۔ اس طرح نواب صاحب ماردیا کرتے ہیں۔ اسے ایک سڑک کے کنارے کھڑا کردیا گیا۔ اور جب نواب صاحب اپنے ہمراہیوں سمیت گھوڑے دوڑاتے ہوئے آئے۔ اور اس سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ تو وہ کہنے لگا میں امام حسن ہوں۔ اس پر وہ گالیاں دیتے ہوئے واپس لوٹ گئے۔ اور ملازموں نے پھر اسے کئی قسم کے لالچ دینے شروع کیے۔ مگر اب چونکہ وہ اپنی آنکھ سے بھی نواب صاحب کا حال دیکھ چکا تھا۔ اس لئے وہ اور زیادہ پختہ ہوگیا۔ لوگوں نے سمجھا کہ اب یہ

پھنس گیا ہے- نواب صاحب کو اطلاع دی گئی- کہ اب اسے سمجھادیا گیا ہے- وہ یہی کہے گا کہ میں شمر ہوں- مگر جب پھر نواب صاحب گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس جوش سے آئے کہ ابھی اس کی بوٹیاں کردیں- اور اس سے پوچھا کہ تو کون ہے- وہ کہنے لگا میں امام حسین ہوں- نواب صاحب پھر واپس چلے گئے- اسی افراتفری میں وہ وہاں سے بھاگا اور انگریزی گورنمنٹ کی حدود میں پناہ گزیں ہوگیا- گورنمنٹ نے شکایت پہنچنے پر جب معاملہ کی تحقیق کی اور اسے درست پایا تو اسی وقت سے وہاں انگریز وزیر جانے لگا- اور نواب صاحب کے اختیارات میں کمی کردی گئی- اب دیکھ لو بات کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی- کجا یہ کہ لوگ اس واقعہ کو محبت کے رنگ میں سنتے اور کجا یہ کہ پھر یہ ایک پیشہ بن گیا- رلانے والے بھی بطور پیشہ رلاتے ہیں- اور بعض رونے والے بھی بطور پیشہ کے روتے ہیں- چنانچہ ایک ایک آنے چھ چھ پیسے بلکہ پلاؤ کی ایک رکابی پر رونے والے مل جاتے ہیں- مگر کیا کوئی خیال کرسکتا ہے کہ اسلام کا یہی منشاء تھا کہ لوگ اس واقعہ کا ذکر کرکے روئیں یا رُلائیں- یا کوئی خیال کرسکتا ہے کہ اس سے غیر مذاہب والوں پر عمدہ اثر پڑسکتا ہے- وہ تو یہی سمجھتے ہیں کہ پاگل ہیں جو رو رہے ہیں- اور واقعہ میں جو لوگ پیسے لے کر روئیں' ان کے رونے کا دلوں پر کیا اثر ہوسکتا ہے- بے شک ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو عشق و محبت سے کام کرتے اور روتے ہیں- اور گو ہم انہیں غلطی پر کہہ سکتے ہیں لیکن پاگل نہیں کہہ سکتے- مگر جو لوگ پیسے لے کر ماتم میں شریک ہوتے ہیں صاف طور پر ان کے طرز سے ہی پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ لوگ دل سے نہیں رو رہے- کیونکہ وہ ایک طرف تو روتے جاتے ہیں- اور پھر تھوڑی دیر کے بعد دوسروں کی طرف آنکھ اٹھا کر تماشہ دیکھنے لگ جاتے ہیں- گو ان کی زبان پر افسوس کے الفاظ ہوتے ہیں مگر ان کی نگاہ غم سے خالی ہر طرف گھوم رہی ہوتی ہے- اور ہر شخص انہیں دیکھ کر کہتا ہے کہ خبر نہیں انہیں کیا ہوگا- یہ پاگل ہوگئے ہیں یا حددرجہ کے لالچی ہیں کہ چند پیسوں کے عوض رورہے ہیں- غرض ایک ہی چیز ہے مگر پہلے اخلاص اور عقیدت کے اظہار کا ذریعہ سمجھی گئی اور بعد میں تصنع کی صورت اختیار کرگئی- جس پر آج تک یورپین مصنفین ہنسی اڑاتے ہیں- ہم نے رسول کریم ﷺ کی سیرت پر جلسے منعقد کرنے کیلئے جو دن مقرر کیا ہے اس کی ایک ہی غرض ہے- اور وہ یہ کہ لوگوں کو معلوم ہو رسول کریم ﷺ نے بنی نوع انسان پر کیا کیا احسانات کئے- آپ نے کیا کیا قربانیاں کیں اور کس رنگ میں لوگوں کے سامنے ایک مکمل

ضابطہ پیش کیا۔ اس دن کا یہ مطلب نہیں کہ اسے تماشہ بنا لیا جائے۔ اور دلچسپی کا ایک ذریعہ سمجھ لیا جائے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو پھر رسول کریم ﷺ کی عظمت کیلئے لوگ اکٹھے نہیں ہوں گے بلکہ تماشا دیکھنے کیلئے آئیں گے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ کچھ دلیر ہوتے ہیں۔ وہ تھیٹر میں تماشہ دیکھ لیتے ہیں اور کچھ منافق مولوی ہوتے ہیں۔ وہ رسول کریم ﷺ کے نام کی آڑ میں اپنی خواہشات کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ پس اس رنگ میں سوائے اس کے کہ لوگ منافق ثابت ہوں اور کیا ظاہر ہو سکتا ہے۔ گو رسول کریم ﷺ کے نام کے پردہ کے پیچھے ایکٹ کو کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ میں قریباً ہر سال کہتا رہا ہوں کہ جماعت کو ایسا رنگ اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ منتظمین ہاں ہوں بھی کر دیتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے ہر سال قادیان کے منتظمین اس کا خیال نہیں رکھتے۔

کسی ایسے جلوس کا نکلنا جس میں رسول کریم ﷺ کے اعمال و اقوال کو خوبصورت پیرایہ میں پیش کیا گیا ہو۔ بری چیز نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بعض دفعہ جماعت کی ترقی کے خیال کے ماتحت اس قسم کی تجویز کو پسند فرمالیا کرتے تھے کہ بعض شہروں میں جلوس نکالا جائے جس میں سب لوگوں کی ایک ہی طرز کی پگڑیاں ہوں۔ پس اس قسم کے جلوس میں تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر جلوس میں اس قسم کی حرکات اور اس قسم کے اقوال شامل کر لئے جائیں جو ناجائز ہوں تو پھر وہ تبلیغی جلوس نہیں رہتا۔ اور گو وہ دلچسپی کا ایک ذریعہ بن سکتا ہے مگر حقیقت کے لحاظ سے وہ ناجائز ہوگا۔ اور اس بات کا ثبوت کہ لوگ جلوس میں محض اس کی دلچسپی کی وجہ سے شریک ہوتے ہیں نہ کہ تبلیغی نقطہ نگاہ سے' اس بات سے مل سکتا ہے کہ جس طرف نظر اٹھائی جائے بچے اور عورتیں جلوس کی طرف دوڑی چلی آتی ہیں۔ حالانکہ جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہو' کوئی تقریر ہو یا قرآن مجید کا درس ہو رہا ہو تو لوگ اس شوق سے نہیں آتے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جلوس میں تبلیغ مدنظر نہیں ہوتی۔ بلکہ جلوس محض ایک تماشا ہوتا ہے۔ اور اگر یہ تماشا نہیں تو لوگ اس کی طرف کیوں اس قدر متوجہ ہوتے ہیں۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ جلوسوں کے ضمن میں جماعت کو یہ امر مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اسے تماشہ نہ بنایا جائے۔ اور قادیان کی جماعت کو اس میں نمونہ بننا چاہیئے۔ مجھے نہیں معلوم میں نے کسی خطبہ کے ذریعہ اس امر کا اظہار کیا ہے یا نہیں مگر یہ بات یقینی ہے کہ میں ہمیشہ سے یہ نصیحت کرتا چلا آیا ہوں مگر کہنے کا فائدہ بہت کم دیکھا ہے۔ میرے نزدیک

اگر تھیٹر دیکھنے کا شوق ہو تو بجائے اس کے کہ رسول کریم ﷺ کے نام کے پیچھے تھیٹر دیکھا جائے- ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ ایک دن تھیٹر کا مقرر کرلیں- رسول کریم ﷺ کی ذات کو اس حقیر چیز میں کیوں لایا جاتا ہے- پس آئندہ کیلئے میں پھر نصیحت کرتا ہوں کہ بیشک اس موقع پر جلوس نکلے مگر اس میں ایسے کلمات ہوں جو تبلیغی ہوں- مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظمیں پڑھی جائیں- جن میں رسول کریم ﷺ کے کارناموں کا ذکر ہے تاکہ جو لوگ ہمارے جلسہ میں نہیں آتے وہ اپنے گھروں پر ہی ہماری باتیں سن لیں- گویا یہ بھی ایک تبلیغ کا رنگ ہوگا اور میں اس سے منع نہیں کرتا- گو اس رنگ میں جلوس بھی باہر ہی مفید ہوتے ہیں- یہاں تو ایک حد تک تماشہ ہی نظر آتا ہے کیونکہ تبلیغی باتیں ہروقت لوگوں کے سننے میں آتی رہتی ہیں- مگر باوجود اس کے یہاں بھی جلوس اگر اس خیال سے نکال لیا جائے کہ جنہیں ہماری باتیں سننے کا اتفاق نہیں ہوتا وہ اس طرح سن لیں گے تو کوئی حرج نہیں- مگر یہ ضروری ہے کہ جلوس کے دوران ایسے کلمات استعمال کئے جائیں جن میں رسول کریم ﷺ کے کارناموں' آپ کے اخلاق اور آپ کی قربانیوں کا ذکر ہو- اسی رنگ میں نظمیں بھی ہونی چاہئیں تاکہ جو لوگ نثر سننے کیلئے تیار نہیں ہوتے وہ نظم سن کر ہی فائدہ حاصل کرسکیں- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اتنی نظمیں لکھی ہیں ان سے منشاء یہی ہے کہ جو لوگ نثر پڑھنا نہیں چاہتے وہ نظم پڑھ لیا کریں- غرض ہر ایسی تدبیر جو جائز ہو اور مومن کے وقار کے مطابق ہو اس کے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اچھی بات ہے- لیکن یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب ان جلوسوں کو ایک حد کے اندر رکھا جائے- مثلاً ایسے محلوں میں سے جلوس کا گزرنا بھی بے فائدہ ہے جہاں خالص اپنی جماعت کے لوگ رہتے ہیں- کیونکہ یہ محض ایک رسم ہوگی- ہاں اگر ایسی گلیوں یا محلوں میں سے جلوس کو گزارا جائے جہاں غیراحمدی رہتے ہوں اور جنہیں صحیح رنگ میں رسول کریم ﷺ کی زندگی کے حالات معلوم نہ ہوں یا جہاں غیراحمدی واعظ رسول کریم ﷺ کی ایسی خوبیاں بیان کرتے ہوں جن سے حقیقت میں آپ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی- مثلاً یہ کہ آپ کا حلیہ ایسا تھا' آنکھیں ایسی تھیں' بال ایسے تھے- یا ہندوؤں اور سکھوں کے مکانات کے پاس سے یا بازاروں میں سے جلوس گزارا جائے- جہاں اردگرد کے دیہات کے بھی بعض لوگ موجود ہوتے ہیں- اور اس طرح انہیں باتیں پہنچ سکیں تو اس سے فائدہ ہوسکتا ہے- دوسری چیز جس کی طرف میں ہمیشہ توجہ دلاتا رہا ہوں- اور

مجھے ہمیشہ ہی حیرت ہوئی ہے کہ قادیان کے لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے وہ یہ ہے کہ ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں جن سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر حملہ ہوتا ہے۔ ہمیں بیشک رسول کریم ﷺ سے محبت ہے۔ عشق ہے مگر باوجود اس کے ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کو صدمہ نہیں پہنچاسکتے۔ اور اگر ہم پہنچائیں تو یہ رسول کریم ﷺ سے دشمنی ہوگی۔ وہ چیز جس نے رسول کریم ﷺ کی آخری گھڑیوں کو تکلیف دہ بنادیا وہ یہی تھی۔ ورنہ آپ نے فرمایا تھا خداتعالیٰ کا ایک بندہ تھا۔ اس سے خدا نے پوچھا تم دنیا میں رہنا چاہتے ہو یا ہمارے پاس آنا چاہتے ہو۔ تو اس نے کہا اے خدا میں تیرے پاس آنا چاہتا ہوں۔ اب تو مجھے اپنے پاس بلالے۔ یہ رسول کریم ﷺ نے اپنا حال ہی بیان فرمایا تھا مجلس میں جب آپ نے یہ بات بیان فرمائی تو لوگوں نے سمجھا کہ آپ نے ایک مثال سنائی ہے۔ شاید یہودیوں میں کوئی شخص ایسا گزرا ہو یا عیسائیوں میں۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر رو پڑے۔ ایک صحابی کہتے ہیں لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف دیکھنا شروع کیا اور کہا اس بڈھے کو کیا ہوگیا۔ کسی بندہ سے کہا گیا تھا کہ تو دنیا میں رہنا چاہتا ہے یا خدا کے پاس آنا چاہتا ہے اور اس نے کہا میں خدا کے پاس آنا چاہتا ہوں۔ اس سے اس کا کیا بگڑا کہ یہ رونے لگ گیا۔ مگر دراصل رسول کریم ﷺ نے اپنا حال بتایا تھا۔ اور خبر دی تھی کہ اب آپ دنیا میں زیادہ دیر نہیں رہیں گے۔ اس وجہ سے حضرت ابوبکرؓ رو پڑے۔ جب رسول کریم ﷺ نے آپ کی نہ تھمنے والی رقت کو دیکھا تو فرمایا ابوبکر کا مجھ سے اس قدر تعلق ہے کہ اگر خداتعالیٰ کے سوا میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔ پھر فرمایا مسجد میں جس قدر کھڑکیاں کھلتی ہیں' ان میں سے سوائے ابوبکرؓ کی کھڑکی کے باقی سب بند کردی جائیں [۱]۔ اس واقعہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی اپنی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بلالے۔ اور گو بظاہر کام پورا نہیں ہوا تھا۔ اور حضرت عمرؓ جیسے انسان نے بھی آپ کی وفات پر کہہ دیا تھا کہ آپ پھر واپس آئیں گے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری نظروں میں کامل طور پر اشاعت اسلام کا کام نہیں ہوا تھا۔ مگر باوجود اس کے رسول کریم ﷺ نے سمجھا جتنا کام آپ نے کرنا تھا' وہ کرچکے۔ اور آپ کی خواہش ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کے پاس چلے جائیں۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو مرض الموت میں سخت تکلیف ہوئی۔ آپ بار بار فرماتے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا [۲]۔ گویا باوجود

اللہ تعالیٰ سے ملنے کی خواہش کے جس بات سے آپ کی زندگی کی آخری گھڑیاں تکلیف میں گزریں وہ یہی تھی کہ کہیں میری امت شرک میں گرفتار نہ ہوجائے۔ پس اس میں رسول کریم ﷺ کی عظمت نہ ہوگی۔ اگر ہم اس رنگ میں آپ سے محبت کا اظہار کریں جس میں مشرکانہ رنگ پایا جاتا ہو۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں رسول کریم ﷺ کی نگاہ میں ابوجہل کے تمام مظالم اور وہ ایذائیں جو اس نے آپ کو دیں، آپ کا گلا گھونٹا آپ پر گند پھینکا اور آپ کو ہر رنگ میں مشکلات و مصائب میں مبتلا کیا حقیر ہوں گی اس امر کے مقابلہ میں کہ آپ کی ذات کے متعلق کسی قسم کا شرک کیا جائے۔ مگر میں نے دیکھا ہے یہاں جو جلوس نکلتا ہے اس میں بعض قطعات پر لکھا ہوتا ہے۔ یَامُحَمَّدُ ۔ حالانکہ رسول کریم ﷺ وفات پاچکے۔ اور اب وہ دنیا میں واپس نہیں آسکتے۔ پس یَامُحَمَّدُ ۔ کہنا ہرگز جائز نہیں۔ ہاں بعض دفعہ کشفی طور پر ایک انسان رسول کریم ﷺ کو اس طرح مخاطب کرتا ہے تو وہ روحانی کیف ہے جو ہر شخص کو میسر نہیں آتا۔ مگر جب کوئی شخص اس کیف سے خالی ہوکر یَامُحَمَّدُ کہتا ہے تو وہ نقل کرتا اور مشرکانہ رنگ اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح میں نے دیکھا ہے کہ کچھ تختے ہوتے ہیں ان پر بھی یَامُحَمَّدُ یا مُحَمَّدُ لکھا ہوتا ہے۔ بھلا یَامُحَمَّدُ کہنے سے کیا رسول کریم ﷺ تشریف لے آئیں گے۔ اگر تم یَااَللّٰہ کہو تو بات بھی ہے۔ کیونکہ تمہارا خدا ہروقت تمہارے پاس ہے۔ لیکن اگر تم یَامُحَمَّدُ کہتے ہو تو یہ فضول بات ہے۔ رسول کریم ﷺ فوت ہوچکے اور جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا، وہ سمجھ لے کہ آپ فوت ہوگئے اور جو خدا کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ خدا زندہ ہے[۲] ۔ اسی طرح جو شخص خدا کا پرستار ہے وہ تو یَااَللّٰہ ہی کہے گا۔ یَامُحَمَّدُ ۔ کبھی نہیں کہے گا۔ کیونکہ جس چیز کو بھی ہم بغیر کسی خاص کیفیت کے یا کہہ کر مخاطب کریں بے فائدہ اور لغو بات ہے۔ ہاں کیفیت کی حالت میں ہم کہہ سکتے ہیں۔ اور وہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ تنہائی کی گھڑیاں ہوتی ہیں اور قوت متخیلہ کام کررہی ہوتی ہے۔ اس رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے اشعار میں بعض جگہ رسول کریم ﷺ کو مخاطب کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ روحانی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول کریم ﷺ کا قرب اس قدر محسوس کیا کہ گویا آپ کو سامنے نظر آگئے۔ اور اس کشفی حالت کے لحاظ سے آپ نے یَانَبِیَّ اللّٰہِ وغیرہ الفاظ کہہ دیئے۔ مگر کون بیوقوف شخص یہ خیال کرسکتا ہے

کہ وہ لڑکے جو جلوس میں شامل ہوتے اور اشعار پڑھ رہے ہوتے ہیں وہ ایسے روحانی مقام پر اس وقت فائز ہوتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا انہیں انتہائی قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ بے اختیار یَامُحَمَّدُ یَامُحَمَّدُ ﷺ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ تصنع ہے بناوٹ ہے اور کچھ نہیں۔

وہ کیفیت جس میں پیدا ہو وہ بے شک کہہ لے۔ مگر کیا جس میں یہ کیفیت پیدا ہو وہ لوگوں سے پوچھا کرتا ہے کہ میں کہوں یا نہیں۔ اس کے منہ سے تو آپ ہی بات نکل جاتی ہے۔ ایسی کیفیت خلوتوں اور تنہائی کی گھڑیوں میں بعض خاص لوگوں پر طاری ہوتی ہے' جلوسوں میں نہیں آسکتی۔ پھر جب یہ کیفیت آتی ہے تو تصنع نہیں ہوتا یہ کیفیت جب جلوس میں بھی طاری ہو تو کشفی حالت ہی ہوگی۔ پس ایسے تمام اشعار جن میں خداتعالیٰ کی توحید کے خلاف باتیں پائی جاتی ہوں' ان کے پڑھنے میں رسول کریم ﷺ کی عزت نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر آپ کی کوئی ہتک نہیں ہوسکتی۔ گویا آپ کا مقصد توحید پرستی نہیں تھی بلکہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ آپ نے لوگوں سے حضرت عیسیٰؑ کی پرستش کی بجائے اپنی پرستش شروع کرادی اور یہ ایک نہایت ہی نامعقول اور رسول کریم ﷺ کی ہتک کرنے والی بات ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ میں نے کئی بار سمجھایا پھر بھی یہ بیہودگی نظر آجاتی ہے اور ہمیشہ سے جلوس میں ایسے تختے نظروں کے سامنے آتے رہتے ہیں جن پر یَامُحَمَّدُ لکھا ہوتا ہے۔ نہ معلوم جو منتظم ہیں وہ قرآن مجید اور سلسلہ کے لٹریچر کو نہیں پڑھتے۔ اور اس امر کو بھی نہیں سمجھتے کہ رسول کریم ﷺ کی بعثت کی غرض کیا تھی۔ یا نہ معلوم کیا بات ہے کہ وہ اس طرف توجہ نہیں کرتے کیسے اچھے شعر ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فارسی' اردو اور عربی میں رسول کریم ﷺ کی شان میں کہے ہیں۔ انہیں سن کر کوئی انسان رسول کریم ﷺ کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ اشعار لڑکوں سے پڑھاؤ۔ حضرت مسیح موعودؑ کی نظمیں انہیں یاد کراؤ۔ یہ کیا کہ یَامُحَمَّدُ یَامُحَمَّدُ کہنا شروع کردیا۔ تم یَامُحَمَّدُ ہزار سال کہتے رہو۔ رسول کریم ﷺ فوت ہوچکے' اب وہ دنیا میں نہیں آسکتے۔ تم یَامُحَمَّدُ کی بجائے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرو جو تمہاری رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے اور تم ابھی پوری بات بھی نہیں کہہ چکے ہوگے کہ وہ تمہارے قریب آجائے گا۔ وہ خود کہتا ہے۔ اِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔ میں قریب ہوں اور پکارنے والے کی پکار کا میں جواب دیتا ہوں۔ مگر جو

قریب ہی نہیں اور جس کے اور ہمارے درمیان ایک بہت بڑی دیوار حائل ہے اسے پکارنا کیا اور اس سے جواب کی امید رکھنا کیا؟ پس ایک تو جلوسوں میں ایسا رنگ مت اختیار کرو جو تھیٹر والا ہو یا جس میں مشرکانہ طریق پایا جاتا ہو- ہمیں اگر رسول کریم ﷺ محبوب ہیں تو اسی لئے کہ آپ نے دنیامیں توحید قائم کی- ورنہ ان میں اور دوسرے انسانوں میں بظاہر کیا فرق ہے- آپ نے خدا کی بڑائی قائم کی پس وہ خود بھی بڑے ہوگئے- اور دراصل جتنا جتنا کوئی شخص خدا کی بڑائی ظاہر کرتا ہے اسی قدر وہ خود بھی بڑا بنتا جاتا ہے- رسول کریم ﷺ نے چونکہ اپنی ذات کو مٹادیا اور چونکہ آپ نے اپنے نفس کی بجائے اللہ تعالٰی کی وحدانیت کو قائم کیا- اس لئے خدا تعالٰی نے بھی آپ کو لازوال بزرگی عطا کی- کیونکہ جب انسانی وجود مٹ جائے تب خدا ہی خدا نظر آیا کرتا ہے-

پس صحیح طریق اختیار کرو اور یاد رکھو اللہ تعالٰی کی محبت تمام نیکیوں کی جڑ ہے- اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے بتایا ہے۔

اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

سب چیزوں کی جڑ تقوی اللہ ہے باقی اللہ تعالٰی کے نبی' رسول' خلفاء' مجدد' صدیق' صلحاء اور اولیاء سب اللہ تعالٰی تک پہنچنے کے ذرائع ہیں- ہمارا اصل مقصد خدا تعالٰی کی ذات ہے- یہ بیوقوفی ہوگی اگر چھوٹے کی محبت کیلئے بڑے کی عظمت کو قربان کردیا جائے- پس جلوس میں تصنع نہیں ہونا چاہیئے' سادگی اور اخلاص ہونا چاہیئے- مجھے اس وقت یاد نہیں مگر کئی شعر ایسے پڑھے جاتے ہیں جن میں شرک کی بو ہوتی ہے ان کا پڑھنا ہرگز درست نہیں- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام پڑھو- درثمین وغیرہ میں سے کچھ حصوں کا انتخاب کرلو- اس میں ضرور مشکلات بھی پیدا ہوں گی- مثلاً یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظمیں لڑکوں کو یاد کرانی پڑیں گی- لیکن اس کے مقابلہ میں جو فائدہ ہے وہ بہت بڑا ہے- اس سے نہ صرف ظاہری لحاظ سے لوگوں پر عمدہ اثر پڑے گا اور وہ رسول کریم ﷺ کے کمالات سے واقف ہوں گے بلکہ باطنی طور پر بھی فائدہ ہوگا- اور لوگوں کے دلوں میں خیال پیدا ہوگا کہ ہم بھی ایسے اشعار لکھیں- جن سے رسول کریم ﷺ کے حالات لوگوں کے سامنے آئیں- ایک نعت کہنے کا پرانا طریق تھا- اور وہ یہ کہ اشعار میں ذکر کیا جاتا رسول کریم ﷺ کا ناک ایسا خوبصورت تھا' کان ایسے تھے' رنگ ایسا تھا' قد ایسا تھا- اس سے غیر مسلموں میں مسلمانوں کو

سوائے ندامت کے اور کچھ حاصل نہ ہوسکتا تھا۔ مجھے یاد ہے میں ایک دفعہ کہیں باہر گیا۔ تو ایک ہندو مجھ سے ملنے آیا اس نے مجھے اس قدر شرمندہ کیا کہ میں پانی پانی ہوگیا۔ اور گو وہ غیراحمدیوں کا طریقِ عمل تھا مگر مسلمان ہونے کے لحاظ سے مجھے سخت ندامت ہوئی۔ وہ کہنے لگا مجھے ایک ایسے بندے کی تلاش تھی جو مجھے خدا تک پہنچائے۔ اس غرض کیلئے میں مختلف مذاہب کے لوگوں کے پاس گیا۔ اسی دوران میں جب رسول کریم ﷺ کے حالات معلوم کرنے کیلئے میں مجالسِ مولود میں پہنچا تو میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ اس کے بعد اس نے وہاں کا ایسا گندہ نقشہ کھینچا کہ میں شرم کے مارے پانی پانی ہوگیا۔ کہنے لگا مجھے وہاں بتایا جانے لگا کہ آپ کی زلفیں ایسی تھیں' آنکھیں ایسی خوبصورت تھیں' قد اس قسم کا تھا' رنگ اس طرح کا تھا۔ بھلا مجھے ان باتوں سے کیا۔ اس نے ان باتوں کو اس طرح بنا بنا کر پیش کیا کہ میری آنکھیں اس کے سامنے جھک گئیں۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ یہی کہ لوگوں کے دل میں رسول کریم ﷺ کی اصل محبت نہیں رہی۔ اگر وہ آپ کے حالات پڑھتے قرآن مجید پر غور کرتے تو وہ ان باتوں کی طرف کبھی نہ جاتے۔ مگر چونکہ حالات معلوم کرنے اور قرآن مجید پر غور کرنے میں محنت صرف کرنی پڑتی ہے۔ مگر یہ معلوم کرنا اور یاد رکھنا بالکل آسان ہے۔ کہ آپ کا رنگ سفید تھا داڑھی گھنی تھی۔ اس لئے انہی کو بیان کرنا شروع کردیا۔ یا رسول کریم ﷺ کے متعلق اس قسم کی من گھڑت کہانیاں سنانی شروع کردیں۔ کہ ایک گوہ آئی اور اس نے آپ کو سجدہ کیا یا درخت اور پتھر آپؐ کے سامنے سَربسجود ہوگئے۔ ایسی کہانیاں چونکہ بچوں تک کو بھی جلد یاد ہوجاتی ہیں۔ اس لئے لوگوں نے رسول کریم ﷺ کے فضائل اسی رنگ میں بیان کرنے شروع کردئے۔ چنانچہ دیکھ لو کسی بچے کو قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر سمجھاؤ۔ وہ سن لے گا لیکن جب اس سے پوچھا جائے کہ کیا سنا تو کہے گا یاد نہیں۔ لیکن اسے کوئی کہانی سنادو اور تیسرے دن سننا چاہو تو ایک ایک حرف سنادے گا۔ چونکہ رسول کریم ﷺ کی قربانیاں آپ کے اخلاق اور آپ کی پاکیزہ زندگی کے واقعات معلوم کرنے کیلئے محنت کی ضرورت تھی اور کہانیاں بیان کرنا اور یاد رکھنا آسان تھا اس لئے لوگوں نے کہانیاں اور قصے بیان کرنے شروع کردئے۔ پس یہ لوگوں کی سُستی اور کوتاہی کا ثبوت ہے' رسول کریم ﷺ کی محبت نہیں۔ اگر ہم بھی رسول کریم ﷺ کے متعلق اسی قسم کی باتوں میں اُلجھ جائیں اور قرآن مجید سے معارف اور نئے نئے علوم نکالنے اور رسول کریم ﷺ کے حقیقی

فضائل بیان کرنے کی طرف توجہ نہ کریں تو کس قدر افسوسناک بات ہوگی- رسول کریم ﷺ کے متعلق اگر یہ بیان کیا جائے کہ آپ کا رنگ کیسا تھا- تو چونکہ رنگ نہیں بدلتا اس لئے اتنا جاننا ہی کافی ہوتا ہے کہ آپ کا رنگ کالا تھا یا گورا- لیکن معارف چونکہ زمانے کے تغیر کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں- اور ان کے متعلق محنت کرنی پڑتی ہے' اس لئے لوگ اس طرف آنے سے جی چراتے ہیں- یا مثلاً یہ امر کہ رسول کریم ﷺ کے بال کندھوں سے اونچے تھے یا نیچے- ایک معمولی بات ہے ہر شخص اسے ایک دفعہ بھی سن لے تو یاد رکھ سکتا ہے- لیکن یہ کہ آپ نے کس کس رنگ میں قربانیاں کیں' بنی نوع انسان سے آپ کے تعلقات کس قسم کے تھے- پھر بنی نوع انسان کے علاوہ ہر فرد سے آپ کا علیحدہ علیحدہ سلوک تھا' زید کا بھی آپ سے تعلق تھا- اور اگر ہم غور کریں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ رسول کریم ﷺ نے اس کیلئے بھی کچھ قربانیاں کی ہیں- اسی طرح ہر صحابی کے متعلق غور کیا جاسکتا ہے اور نئی نئی باتیں نکالی جاسکتی ہیں- پھر اگر ہم دیکھیں کہ رسول کریم ﷺ نے کس طرح انسانی فطرت کی گہرائیوں کا مطالعہ کرکے دعائیں سکھائیں ہیں- اور اس مضمون کے ماتحت قرآن مجید پر غور کیا جائے تو سینکڑوں مضامین سامنے آنے شروع ہوجائیں گے- غرض اس طریق کے ماتحت کام کرو اور جب شعر پڑھو تو اچھے شعر پڑھو- اسی طرح اگر خود اشعار بناؤ تو اچھے اشعار بناؤ-

پرانے لوگوں میں سے بھی بعض نے رسول کریم ﷺ کی مدح میں نہایت اچھے اشعار کہے ہیں- اگر ہم ان سے بھی فائدہ اٹھالیں تو یہ اچھی بات ہوگی- میں نے اب کی دفعہ سیرت النبی ؐ کے جلسہ کی آمد سے دو دن پہلے یہ بات سنادی ہے- اب بھی اگر جلوس میں اس قسم کے اشعار پڑھے گئے یا تختوں پر مجھے لکھے نظر آگئے تو میں جھنڈے وہیں رکھوالوں گا- اور ایسے لوگوں کو جلوس سے الگ کرادوں گا کیونکہ یہ رسول کریم ﷺ کی ہتک کرنے والی بات ہے- آپ کا اصل مقصد توحید کا قیام تھا- اس پر جتنا جی چاہے زور دو- مگر توحید کے صرف یہ معنے نہیں ہوتے کہ اللہ ایک ہے- اگر پتھر ایک ہو تو کیا یہ بڑی خوبی کی بات سمجھی جاسکتی ہے- اس کے معنے یہ ہیں کہ دنیا کے تمام حسن اس ایک خدا کے سامنے ہیچ ہیں- جب اس کے سامنے اچھی سے اچھی چیز بھی جاتی ہے تو ماند پڑجاتی ہے اور اکیلا خدا ہی نظر آتا ہے- پس ایک ہونے کا یہ مفہوم ہے کہ وہ تمام صفاتِ حسنہ میں منفرد ہے- اور ساری چیزیں اس کے سامنے پھیکی پڑ جاتی ہیں- یہی وہ مفہوم ہے جسے دنیا کے ذہن نشین کرنے کیلئے انبیاء آتے ہیں-

جب اس مفہوم کو اپنے دل میں بٹھاؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی محبت تمہارے دل میں قائم ہوگی اور اس کا قرب تمہیں حاصل ہوگا- پس یاد رکھو تمام ترقیات کا گُر توحید ہے- اللہ تعالیٰ کے حسن کو ایسے رنگ میں ظاہر کرنا کہ باقی تمام حسن اس کے سامنے بے حقیقت ہوجائیں- اسی طرح جس طرح سورج کے سامنے ستارے ماند پڑجاتے ہیں اور نظروں سے غائب ہوجاتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ- یہ توحید کا مفہوم ہے- یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ باقی چیزیں معدوم ہوجاتی ہیں کیونکہ جسے خدا نے بنایا وہ معدوم کیسے ہوسکتا ہے- مگر خدا تعالیٰ کا حسن اس قدر ظاہر ہو کہ باقی تمام حسن ماند پڑجائیں- اور سوائے اللہ تعالیٰ کے حسن کے اور کوئی حسن نظر ہی نہ آئے- یہی توحید ہے- اور جس وقت یہ مقام حاصل ہوجاتا ہے' اس وقت انسان کا دل کسی انسان کی محبت کیلئے فارغ نہیں ہوسکتا- یہ تعلیم ہے' اسے دنیا کے سامنے پیش کرو- رسول کریم ﷺ کی وہ قربانیاں ظاہر کرو- اور آپ کی ان خدمات کو پیش کرو جو آپ نے نوع انسان کیلئے کیں- ورنہ اگر یوں کرو گے تو ہندوؤں کے بازار میں سے گزرتے ہوئے یَامُحَمَّدُ یَامُحَمَّدُ کہو گے تو وہ سمجھیں گے یہ پاگل ہوگئے ہیں- لیکن اگر تم یہ بیان کرو گے کہ غیرقوموں پر رسول کریم ﷺ نے کیا کیا احسانات کئے تو وہ بے اختیار آپ کے مداح ہوجائیں گے- تو تم تجربہ کرکے دیکھ لو کہ ان میں سے کون سا رسول کریم ﷺ کی محبت پیدا کرنے والا نسخہ ہے- تمہیں معلوم ہوگا کہ قربانیاں پاکیزگی اور اخلاق ہی ایسی چیز ہیں جن سے محبت پیدا ہوسکتی ہے نہ کہ یَامُحَمَّدُ یَامُحَمَّدُ کہنے سے- پس صحیح طریق اختیار کرو- قادیان والوں پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ یہ ہروقت دین کی باتیں سنتے رہتے ہیں- میں امید کرتا ہوں کہ اس دفعہ جلوس میں زیادہ عمدگی سے کام کیا جائے گا- اور کوئی ایسا طریق اختیار نہیں کیا جائے گا جس میں تماشہ ہو یا مشرکانہ رنگ پایا جاتا ہو-

(الفضل ۱۰- دسمبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] بخاری کتاب المناقب- باب قول النبی ﷺ سدوا الابواب الا باب ابی بکر

[2] بخاری کتاب الجنائز باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور

[3] بخاری کتاب المناقب- باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا

[4] البقرۃ:۱۸۷